پیامِ کربلا
روحی علی اصغر

پیامِ کربلا

روحی علی اصغر

نومبر ۱۹۶۱ء جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ

مقام اشاعت مکتبۂ "سفینۂ ادب"
سلطان پورہ حیدرآباد دکن

بار اول ۵۰۰

حسنِ کتابت شیخ محمد (تاج پریس)

طباعت رفیق مشین پریس مچھلی کمان حیدرآباد

جلد بندی حفیظیہ کارخانہ جلد سازی حویلی قدیم

قیمت
۷۵ نئے پیسے

ترتیب

نظمیں

سلام

تقریظ

مجھے روحیؔ صاحبہ کا دینی کلام دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی جب میں حیدرآباد پہنچا تو یہ کلام زیرِ طبع تھا۔ معلوم ہوا کہ غزلوں اور نظموں کا ایک اور مجموعہ بھی زیرِ طبع ہے جس کا دیباچہ پروفیسر زورؔ نے لکھا ہے۔ جس مجموعہ کا مسودہ میرے زیرِ نظر ہے اس میں تقریباً دس نظمیں ہیں، کچھ مسدس، کچھ سلام حضرتِ زینبؑ، حضرت سکینہؑ اور دیگر آلِ نبیؐ کے متعلق بھی ہیں۔

روحیؔ صاحبہ کے کلام میں عقیدت بھی ہے اور حُسن بھی —— میرا تو یہ پختہ خیال ہے کہ دینی شاعری ہر زبان کی بہترین شاعری ہے اس نظریہ میں میری ذاتی پسند کا بھی دخل ہو سکتا ہے —— اردو میں مجھے انیسؔ کا کلام سب سے زیادہ پسند ہے، فارسی میں مولانا رومؔ کا، ہندی میں سورداسؔ، تلسیؔ داس اور کبیرؔ داس کا، گورمکھی میں سکھ گروؤں کا —— جو کلام عقیدت کے ساتھ دل کی گہرائی سے نکلتا ہے اس میں نہ تصنع ہوتا ہے نہ آورد —— درباری شاعری میں تصنع ہوتا ہے جو عوامی شاعری کہلاتی ہے، وہ تو گویا خطابت ہے

دینی شاعری کا تعلق پہلے دل سے ہے اور پھر دماغ سے — جو شاعری دل سے ہو اس کے درجہ کو دماغ کی شاعری نہیں پہنچ سکتی کیونکہ یہاں بے ساختگی ہے وہاں تصنع، یہاں عقیدت ہے وہاں تلاش، یہاں خود وارفتگی ہے وہاں خود نمائی — عوامی شاعری میں وقتی اہمیت کا پیغام ہے اور دینی شاعری میں ابدی اہمیت کا، بلکہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ ہمہ گیر پیغام دین سے ہی مل سکتا ہے جو انسانیت کو برقرار رکھے اور پھر شہادت تو معراجِ انسانیت ہے اور حسینؑ کی شہادت تو انسانیت کے لئے نشانِ منزل ہے!

روحی صاحبہ کے اس مجموعہ میں کہیں فلسفۂ شہادت، کہیں شہیدانِ کربلا کا کردار اور کہیں اہلِ بیتؑ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں — اشعار میں عقیدت ہے، فن ہے، جان ہے، پیغام ہے۔ مثلاً یہ شعر —

مایوس زندگی کا ترانہ بدل دیا
وہ کام کر گیا کہ زمانہ بدل دیا

یا یہ شعر :۔

جس کو فضائے جبر میں بھی اختیار ہے
آئینِ حریت کا جو پروردگار ہے

یہاں حُریت کو اس کے حقیقی اور جامع معنی میں لیا گیا ہے۔ اسی خیال کو یوں بھی ادا کیا ہے :۔

آزادیٔ عمل ہی اقتدارِ زندگی ہے
عزت کی موت مرنا معیارِ زندگی ہے

روحیؔ صاحبہ نے سچ کہا ہے :-

روحیؔ کی شاعری میں جو سوز و گداز ہے
یہ ہے خلوصِ فکر کا انجام اے حسینؑ!

"فاطمۂ کربلا" کے عنوان سے حضرت زینبؑ کے متعلق نظم ہے، حضرت زینبؑ کا کردار اکثر شعراء کے یہاں ضمنی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ روحیؔ صاحبہ نے اچھا کیا کہ "فاطمۂ کربلا" اور "نازِ عصمت" کے عنوان سے نظمیں حضرت زینبؑ کے متعلق لکھی ہیں۔ "حضرت سکینہؑ" "حضرت عباسؑ" اور "ناصرانِ حق" اور "ہاشمی ستارے" کے عنوان سے شہدائے کربلا کے متعلق بھی نظمیں اچھی ہیں ___ کچھ سلام غالبؔ کی غزلوں کی زمین میں ہیں اور کامیاب ہیں ___ مجھے امید ہے کہ روحیؔ صاحبہ کا یہ مجموعہ قبول ہوگا۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

گوپی ناتھ امنؔ
چیرمن پبلک ریلیشن کمیٹی دھلی

۱۶ر جولائی ۱۹۶۱ء

رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم
آتشِ اُو شعلہ ہا اندوختیم

(علامہ اقبال)

خراجِ عقیدت

میں بچپن سے حسینؑ کا نام سُن رہی ہوں۔ جب میں اُن کی شخصیت سے واقف نہ تھی اُس وقت بھی مجھے اُن سے عقیدت تھی اور غیر شعوری طور پر اُن کی محبت میرے دل میں تھی۔

جب میرا شعور بڑھا اور میں حسینؑ کے بارے میں مختلف تقاضائے نظر سے واقف ہوئی تو اُن کی عظمت کا نقش اور گہرا ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ حسینؑ نے انسانیت کی نجات کے لئے وہ عظیم الشان قربانی پیش کی ہے کہ تاریخِ عالم جس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

فلسفہ ہو یا حکمت، اخلاق ہو یا سیرت، علم ہو یا عمل مختصر یہ کہ جتنے صفاتِ انسانی ہیں حسینؑ نے ان کو اتنا بلند کر کے دکھایا کہ عقل کی بلندیاں اُن کے سامنے جھک گئیں اور ان کی شہادت حیات ابدی بن گئی۔ ایسی با عظمت

اور جلیل القدر ہستی کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت پیش کرنا ایک انسانی فرض ہے میں نے بھی اپنی حد تک یہ فرض ادا کیا ہے معلوم نہیں کہاں تک مجھے اس میں کامیابی نصیب ہوئی ہے اس کا فیصلہ مبصرین اور ناقدین کرینگے۔

میں اس سلسلہ میں اُن سب کی ممنون ہوں جنہوں نے اس مجموعہ کی تدوین میں میرا ہاتھ بٹایا۔ خاص کر مداحِ اہلبیتؑ پنڈت گوپی ناتھ امن کی شکر گذار ہوں جنھوں نے تقریظ لکھکر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

روحی علی اصغر

نظمیں

کم نظر جو ہیں اُنہیں جلوے نظر آئینگے کیا
کربلا کی شاہراہِ زندگی پائینگے کیا

(روحیؔ)

فاتحِ اعظم

سرمایۂ حیاتِ دو عالم حسینؑ ہے
اک آفتابِ عظمتِ آدم حسینؑ ہے
معراجِ انبیائے مکرم حسینؑ ہے
فکر و نظر کا فاتحِ اعظم حسینؑ ہے

مایوس زندگی کا ترانہ بدل دیا
وہ کام کر گیا کہ زمانہ بدل دیا

صحرائے ہولناک کو آباد کر دیا
ہر ذرہ میں حیات کا احساس بھر دیا
جو کم نظر تھے اُن کو شعورِ نظر دیا
حقانیت کی راہ میں خونِ جگر دیا

کیا مرتبہ ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کا
ہر قوم آج پڑھتی ہے کلمہ حسینؑ کا

جو افتخارِ دینِ پیمبر ہے وہ حسینؑ
جو شاہکارِ ہمتِ حیدر ہے وہ حسینؑ
جو کائناتِ درد کا داور ہے وہ حسینؑ
تنہا جو کردگار کا لشکر ہے وہ حسینؑ

جس کو فضائے جبر میں بھی اختیار ہے
آئینِ حرّیت کا جو پروردگار ہے

جس کا جہاد حکمتِ باری ہے وہ حسینؑ
جس نے نقابِ ظلم اُتاری ہے وہ حسینؑ
نبضِ حیات جس نے اُبھاری ہے، وہ حسینؑ
جس نے ہماری زیست سنواری ہے وہ حسینؑ

اپنے لہو میں ڈوب کے جو خود نکھر گیا
انسانیت کو زندۂ جاوید کر گیا

پیغمبری اصول کا حاصل یہی تو ہے
روحانیت کی آخری منزل یہی تو ہے
دریائے حسن و عشق کا ساحل یہی تو ہے
جو سینۂ نبیؐ میں ہے وہ دل یہی تو ہے

کہتا ہے صبر نازشِ ایوبؑ ہے یہی
محبوبِ کردگار کا محبوب ہے یہی

رہبرِ اقوام

عنوانِ زندگی ہے ترا نام اے حسینؑ!

درسِ حیات ہے ترا پیغام اے حسینؑ!
بدلا ہے ذہنیت کو ترے انقلاب نے
کتنا عظیم ہے ترا اقدام اے حسینؑ!

تو نے لیا خراجِ عقیدت جہان سے
تو حشر تک ہے رہبرِ اقوام اے حسینؑ!
اندازِ کامیابیٔ مقصد کو دیکھ کر
دنیا نہ کہہ سکی تجھے ناکام اے حسینؑ!

تیرے لہو سے زندگیٔ جاوداں ملی
باقی ہے تیرے نام سے اسلام اے حسینؑ!

ہوتا ہے جب اصول پرستی کا تذکرہ
آتا ہے سب سے پہلے ترا نام اے حسینؑ!
انسان کو جو تو نے شعورِ نظر دیا
آپ اپنی موت مر گئے اوہام اے حسینؑ!
پھر نقشِ آذری نہ دلوں میں اُبھر سکے
توڑے ہیں تو نے ذہن کے اصنام اے حسینؑ!
قربانیوں سے تیری زمانہ سمجھ گیا
اک شاندار موت کا انجام اے حسینؑ!
پیدا دلوں میں ہوتا ہے اک جوشِ زندگی
آتا ہے جب زباں پہ ترا نام اے حسینؑ!
روحیؔ کی شاعری میں جو سوز و گداز ہے
یہ ہے خلوصِ فکر کا انعام اے حسینؑ!

مسیحِ کربلا

ایسا اصول جس سے انسانیت ہو کامل
ایسا اصول جس سے فرعونیت ہو زائل
ایسا اصول جس سے روحانیت ہو حاصل
ایسا اصول جس سے کھائے شکست باطل

ایسے اصول کو جب دنیا مٹا رہی تھی
انجام کا وہ اپنے مدفن بنا رہی تھی

حسرت فدا ہو جس پر وہ بے نیاز تو ہے
شہرت فدا ہو جس پر وہ امتیاز تو ہے
الفت فدا ہو جس پر وہ غم نواز تو ہے
حکمت فدا ہو جس پر وہ چارہ ساز تو ہے

کس کو خبر کہ پہنچی تیری نظر کہاں تک
یہ عبدیت کی منزل گویا ہے لامکاں تک

حرص و ہوس کی دنیا شہرت کو ڈھونڈتی ہے
مکر و فریب سے وہ الفت کو ڈھونڈتی ہے
کھو کر ضمیر اپنا راحت کو ڈھونڈتی ہے
عزت نثار کر کے دولت کو ڈھونڈتی ہے

احسان مند ہو کر حشمت ملی تو کیا ہے؟
ممنونیت کے بدلے نعمت ملی تو کیا ہے؟

باطل کے داغ دھوئے خونِ جگر بہا کر
طوفان کتنے روکے زورِ عمل دکھا کر
قوموں کی رہبری کی، جادے نئے بنا کر
آخر گیا جہاں سے اک انقلاب لا کر

کس کی صدا مسلسل کانوں میں آ رہی ہے

حق کا پیام سن کر دنیا بدل گئی ہے

قدرت سے تو نے، نادر ذوقِ نظر لیا تھا

روشن ضمیر و اعلیٰ کردار بھی ملا تھا

تیرا کمال تیرے ہی کام کا صِلا تھا

ہستی کے طالبوں کو پیغام یہ دیا تھا

"آزادئ عمل ہی اقرارِ زندگی ہے

عزّت کی موت مرنا معیارِ زندگی ہے"!

فطرت سے جو لیا تھا وہ کام کر دکھایا

باطل کے آگے سر کو دم بھر نہیں جُھکایا

صبر و رضا سے غم کا بارِ گراں اٹھایا

بگڑا ہوا مقدر اسلام کا بنایا

ذبحِ عظیم خود ہے، فتحِ عظیم حق کی
مقصد نبوتوںؑ کا تفسیر ما سبق کی

انسانیت کا چہرہ اُترا ہوا جو دیکھا
بے تاب ہو کے حق سے اس کا علاج پوچھا
نسخہ حکیمِ مطلق نے بھی عجیب لکھا
"خونِ حسینؑ پا کر ہوگا مریض اچھا"

اپنے مسیح سے اب بیمار بے خبر ہے
روحیؔ! نہ جانے منزل انسان کی کدھر ہے

جہادِ صبر

اے حسینؑ عزم و استقلال کے آئینہ دار
تیرے دم سے ہے بہتّر کی شہادت کا وقار
ہر جگہ تیرے لئے تھا امتحانِ جاں گسل
ہر قدم پر تھی ترے اک کربلائے مستقل
تو نے بعدِ عصر بدلا تھا جو عنوانِ جہاد
لے لیا آخر تری ہمّت نے میدانِ جہاد
کام یوں تو نے لیا پیغمبری کردار سے
کفر کا سر کاٹ ڈالا صبر کی تلوار سے
رہبری میں تیری ذوقِ رہبری بڑھتا گیا
راہِ حق میں کاروانِ حیدری بڑھتا گیا
ہے کہیں دنیا میں اس اعلانِ حق کی بھی نظیر؟
بن گیا تھا شام کا دربار میدانِ غدیر

شرم سے سر جھک گیا ہر فاسق و گمراہ کا
تیرا خطبہ تھا کہ خطبہ تھا رسولؐ اللہ کا

اُٹھ گئے پردے نگاہوں سے تو شرمانے لگے
بانیانِ ظلم کے چہرے نظر آنے لگے

تو اسیری میں بھی ملّت کا سہارا بن گیا
تیرا زنداں ایک تبلیغی ادارا بن گیا

عام دُنیا میں پیامِ شاہِ بطحا کر دیا
ہر جگہ اسلام کا ماحول پیدا کر دیا

کچھ نہ کہہ کر بھی خدا شاہد ہے اتنا کہہ گیا
دل کی دنیا میں کلام اللہ باقی رہ گیا

کربلا کے بعد گو تو کربلا سے دُور تھا
زندگی کا تیری جو دن تھا وہ اک عاشور تھا

مشکلوں میں یاد تیری مژدۂ رحمت بنی
قید و بندِ غم سے روحیؔ کو رہائی مل گئی

فاطمۂ کربلا

کون کہتا ہے گرفتارِ بلا ہے زینبؑ ؟
عالمِ جبر میں بھی عقدہ کشا ہے زینبؑ

تو اک آئینۂ تسلیم و رضا ہے زینبؑ
تیری ہر بات مشیت کی صدا ہے زینبؑ

مظہرِ شانِ امامت ہے علیؑ کی بیٹی
عملاً تکملۂ کرب و بلا ہے زینبؑ

تری تقریر میں ہے زورِ حدیثِ نبویؐ
تو بھی اک سلسلۂ علمِ خدا ہے زینبؑ

باپ کا عزم ہے نانا کا تصرف بھی ہے
کیوں نہ ہو ؟ فاطمۂ کرب و بلا ہے زینبؑ

تذکرہ نصرتِ اسلام کا جب بھی آیا

خود امامت نے ترا نام لیا ہے زینبؑ

تو جوابِ اسد اللہ ہے جراءت کی قسم

تیری ہر جنبشِ لب تیغِ خدا ہے زینبؑ

فخر سے روحِ رسولِؐ عربی کہتی ہے

تجھ سے وابستہ رسالت کی بقا ہے زینبؑ

آج عباسؑ بھی ہوتے تو یہ کہنا پڑتا

میں وفا ہوں تو خداوندِ وفا ہے زینبؑ

کارنامہ ترا مردوں سے نہیں کم بخدا!

صنفِ نسواں پہ یہ احسان ترا ہے زینبؑ

ہے بلا قیدِ زماں راہنمائی تیری

اب بھی رہبر ترا نقشِ کفِ پا ہے زینبؑ

جس کو چھوڑا تھا حسینؑ ابن علیؑ نے دمِ عصر
تو نے اُس کام کو انجام دیا ہے زینبؑ

تو نے احکامِ الٰہی کو بدلنے نہ دیا
تجھ سے قانون شریعت کی بقا ہے زینبؑ

جس میں موجود ہے خود ایک امامؑ ابن امامؑ
آج اُس قافلے کی راہنما ہے زینبؑ

تیرے معیارِ بلاغت سے پتہ چلتا ہے
جیسے قرآن ہی خود بول رہا ہے زینبؑ

"حق کسی رنگ میں ہو اپنا اثر رکھتا ہے"
تو نے دنیا کو یہ پیغام دیا ہے زینبؑ

جس پہ خود آیۂ تطہیر کی مہریں تھیں
تیرے قبضے میں وہ زہراؑ کی ردا ہے زینبؑ

تیری نظروں میں ہے اولاد سے بڑھ کر اسلام
ساری دنیا سے تیری شان جدا ہے زینبؑ

ہے تیرے نام میں تاثیرِ غمِ سبطِ نبیؐ
بارہا دل نے یہ محسوس کیا ہے زینبؑ

فلسفہ تیری اسیری کا زمانہ سمجھے
تیری روحی کی یہ ہر وقت دعا ہے زینبؑ

نازِ عصمت

نازِ عصمت زینبؑ دلگیر ہے
اعتبارِ چادرِ تطہیر ہے

حُریت باقی ہے جس کے نام سے
آج وہ وابستۂ زنجیر ہے

امتحاں میں یہ رہیں ثابت قدم
کیا ثباتِ خواہرِ شبیرؑ ہے

عزم میں زینبؑ ہے شیرِ کردگار
صبر میں زہراؑ کی وہ تصویر ہے

جب پڑھا خطبہ تو سمجھے اہلِ شام
حیدرِ کرار کی تقریر ہے

توڑ دیں گی کفر کے قلعے تمام
ہر تصور ان کا خیبر گیر ہے

عالمِ تخریب میں ہے زلزلہ
ہر قدم پر اک نئی تعمیر ہے

مشکلیں اسلام کی سر ہو گئیں
ان میں کتنی قوتِ تدبیر ہے!

رہبری حاصل ہے زینبؑ کی مجھے
یہ بھی روحیؔ خوبیٔ تقدیر ہے

معراجِ وفا

وہ معرکۂ کرب و بلا یاد رہے گا
عباسؑ کا اندازِ وفا یاد رہے گا

جو شکلِ علمدار جری میں ہوا ظاہر
حیدرؑ کا وہ احساسِ دعا یاد رہے گا

خاموش ہیں فوجوں کے گرجتے ہوئے بادل
یہ ہمہمۂ شیرِ خدا یاد رہے گا

دریا سے کنارہ کیا دریا کے کنارے
ہر موج کو پیغامِ وفا یاد رہے گا

حق دارِ علم ان کو سمجھتی ہے امامت
اور جِ علمِ عقدہ کشا یاد رہے گا

شبیرؑ کے مقصد کی بقا پیشِ نظر ہے
پیغامِ امامِ دوسرا یاد رہے گا

یہ خود کو سمجھتے رہے شبیرؑ کا خادم
شبیرؑ نے کیا اِن کو کہا یاد رہے گا

حیدرؑ کا بھی ایثار نگاہوں میں ہے لیکن
یہ کر گئے جو فرض ادا یاد رہے گا

توڑے گا جو نیزہ سے جری سحرِ یزیدی
فرعونیوں کو یہ بھی عصا یاد رہے گا

اسلام کی تاریخ جو لکھیں گے مورخ
یہ بھی ہے پسرِ فاطمہؑ کا یاد رہے گا

غالب جو رہا ان کی شجاعت میں بھی روحیؔ
وہ جذبۂ تسلیم و رضا یاد رہے گا

ثانیٔ زینبؑ

تو مظہرِ اوصافِ امامت ہے سکینہؑ
تجھ میں بھی بزرگوں کی جلالت ہے سکینہؑ
تو فاطمۂ وقت ہے عابدؑ کی نظر میں
ہم پایۂ زہراؑ تری عظمت ہے سکینہؑ
اسلام کی نظریں ہیں ترے نقشِ قدم پر
ایمان کے دل میں تری عزّت ہے سکینہؑ
بچپن میں بھی تو ناشرِ احکامِ خدا ہے
خطبہ ترا آوازِ امامت ہے سکینہؑ
منزل ہے تری سینۂ فرزندِ پیمبرؐ
تو مخزنِ اسرارِ حقیقت ہے سکینہؑ

نازل ہوئی تو دل پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے
اللہ کی بھیجی ہوئی آیت ہے سکینہؑ

تبلیغِ رسالت کو بھی ہے تیری ضرورت
تو ضامنِ تکمیلِ شہادت ہے سکینہؑ

تو آیۂ قربیٰ کی ہے تفسیرِ مکمل
روحیؔ کو بہت تجھ سے محبت ہے سکینہؑ

ہاشمی ستارے

تہذیبِ خاندانِ نبوتؐ ہی اور ہے
یک رنگیٔ حیاتِ امامت ہی اور ہے
معیارِ کارہائے رسالتؐ ہی اور ہے
جو ان کو حق نے دی ہے وہ قدرت ہی اور ہے

سب کے لئے نمونۂ احکام ہیں یہی
اسلام اور حقیقتِ اسلام ہیں یہی

پیشِ نظر ہے ان کے رسالتؐ کی زندگی
اک درسِ مستقل ہے ہدایت کی زندگی
سرمایۂ عمل ہے امامت کی زندگی
یہ زندگی ہے ایک محبت کی زندگی

ہر پھول ہر کلی میں وہی آن بان ہے

بچّوں میں بھی تمام بزرگوں کی شان ہے

جب کوئی وقت پڑ گیا دینِ رسولؐ پر

آگے بڑھے علیؑ کی طرح صاحبِ نظر

در آئے مشکلات میں بے خوف و بے خطر

قوّت کے سامنے نہ جھکایا کسی نے سر

جو تھا خدا کی راہ میں قربان کر گئے

اسلام کی حیات کا سامان کر گئے

اکبرؑ کا نام آج بھی باقی اذاں میں ہے

ایسی کسی کی اور صدا اس جہاں میں ہے؟

ثابت قدم جو مثلِ علیؑ امتحاں میں ہے

اک ولولہ حیات کا عزمِ جواں میں ہے

زہراؑ کی جان نورِ نظر بوترابؑ کا
پہلا شہید نسلِ رسالتؐ مآب کا

سرمایۂ حیات ہیں زینبؑ کے لال بھی
دو نورِ مستقل ہیں، سراپا جمال بھی
عباسؑ کی نظر ہے علیؑ کا جلال بھی
احساسِ زینبیؑ ہے حسینیؑ خیال بھی

کتنی کشش مقاصدِ شاہِ ہدا میں ہے
جعفرؑ کا خوں بھی معرکۂ کربلا میں ہے

ابنِ حسنؑ بھی دلبرِ سرورؑ سے کم نہیں
بچہ بھی شیرِ حق کا غضنفر سے کم نہیں
راہِ اصول میں کسی رہبر سے کم نہیں
تنہا یہ دشتِ جنگ میں لشکر سے کم نہیں

تلوار کی بلند علمدار کی طرح
حملے کئے ہیں حیدرؑ کرار کی طرح

قاسمؑ تو خود سے آئے تھے میدان میں مگر
ایسا بھی اک نظر میں ہے شبیرؑ کا پسر
آیا جو رزم گاہ میں دستِ حسینؑ پر
جو حاصلِ جہاد رہا قصّہ مختصر

آیا تھا امرِ حق کی جو تعمیل کے لئے
قربانیٔ حسینؑ کی تکمیل کے لئے

ناصرانِ حق

کیا وفادار تھے انصارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
دل میں تھا جذبۂ ایثارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
حق کے حامی تھے طرفدارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
ان سے پوچھے کوئی کردارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
حق جو تھا اپنی محبّت کا ادا کر کے رہے
جان شبیرؑ کے مقصد پہ فدا کر کے رہے

ایسے انصار کسی راہنما کو نہ ملے
باوفا ایسے کبھی اہلِ وفا کو نہ ملے
اور تو اور شہؑ عقدہ کشا کو نہ ملے
انتہا یہ ہے کہ محبوبِ خدا کو نہ ملے

دامنِ عشق میں اک درد کی دولت رکھدی

ڈوب کر خون میں بنیادِ محبّت رکھدی

جو صدا حق کی تھی ان کی بھی تھی آواز وہی

عظمتِ شکر وہی صبر کا اعجاز وہی

دل وہی، درد وہی، درد کا انداز وہی

جو امامت کو ملی انجمنِ ناز وہی

پھر نہ پلٹے جو درِ قبلہ نما تک پہنچے

تھام کر دامنِ شبیرؑ خدا تک پہنچے

صبحِ عاشور شہادت کا ستارہ چمکا

دی صدا دل نے محبت کا ستارہ چمکا

آج اسلام کی قسمت کا ستارہ چمکا

عظمتِ ختمِ نبوت کا ستارہ چمکا

سُن کے اکبرؑ کی اذاں جوشِ عمل بڑھنے لگا
ہر جری نُصرتِ حق کا کلمہ پڑھنے لگا

مِٹ گئے خود مگر ایماں کے نشاں چھوڑ گئے
ذہنِ انساں کو حقیقت کی طرف موڑ گئے
قوّتِ صبر سے دیوارِ ستم توڑ گئے
ذوقِ تعمیر سے ٹوٹے ہوئے دل جوڑ گئے

حشر تک ان کے عزائم پہ نظر جائے گی
یاد یہ آئیں گے جب یادِ حسینؑ آئے گی

نازِ تاریخ

سر دے کے راہِ حق میں سرافراز ہو گیا

انسان کی حیات کا آغاز ہو گیا

معراجِ کائنات ہوئی تجھ سے اے حسینؑ

تاریخ کے لئے سببِ ناز ہو گیا

(روحیؔ)

سلام

عنوانِ زندگی ہے ترا نام اے حسینؑ

درسِ حیات ہے ترا پیغام اے حسینؑ

(روحی)

محمدؐ کے گھرانے میں کمالِ حق نمائی ہے

یہاں ہیں ایسے بندے جن پہ نازاں کبریائی ہے

بجا ہے گر کہوں آئینۂ تقدیس زہراؑ کو

انھیں کی شان میں تو آیتِ تطہیر آئی ہے

نبوت نے اگر معراج پائی ہے محمدؐ سے

امامت نے سرِ شبیرؑ سے معراج پائی ہے

اگر سچ پوچھئے جامِ شہادت پی کے جی اُٹھے

شہیدانِ وفا نے پیاس اپنی یوں بجھائی ہے

نہ سمجھے بے کس و مجبور ان کو مادّی دنیا

حسینؑ ابنِ علیؑ کی ذات پر نازاں خدائی ہے

سوالِ آب پر اک بے زباں کی جان لے لینا
جبینِ آدمیت پہ یہ داغِ بدنمائی ہے

اُٹھایا کربلا میں بارِ زینبؑ نے امامت کا
یہ بیٹی ہے علیؑ کی فاطمہؑ زہرا کی جائی ہے

دلِ بیمار پہ اس واقعہ کا کیا اثر ہو گا
شہادت کی خبر صغراؑ کو قاصد نے سنائی ہے

نہ ہو گی فتح فوجی طاقتوں سے شام والوں کو
زمینِ کربلا پر حق و باطل کی لڑائی ہے

شہیدانِ محبّت اب رہیں گے تا ابد زندہ
مٹا کر اپنی ہستی اک حیاتِ تازہ پائی ہے

ملا ہے مکتبِ آلِ نبیؐ سے یہ سبق روحیؔ
بھلا کر دوسروں کا اس میں تیری بھی بھلائی ہے

امتحاں کتنے تھے فرزندِ نبیؐ کے واسطے

کتنی تمہیدیں تھیں فرضِ آخری کے واسطے

مشکلوں میں عزم و استقلالِ انصارِ حسینؑ

اک پیامِ زندگی ہے زندگی کے واسطے

مِل گیا اُس کو خدا بھی مِل گئے جس کو حسینؑ

معرفت ہے ان کی لازم بندگی کے واسطے

جس کے صدقے سے ملا انساں کو انسانی شعور

عالمِ انسانیت بھی ہے اُسی کے واسطے

اس حقیقت کو مجازی ذہنیت کیا جانتی؟

تھے علیؑ حق کے لئے اور حق علیؑ کے واسطے

روزِ عاشورا یہی کہتی تھی ہر موجِ فرات

عزمِ اصغرؑ چاہیئے تشنہ لبی کے واسطے

دیکھ لیتے تھے علیؑ اکبر کو سبطِ مصطفےٰؐ

جب تمنائیں تڑپتی تھیں نبیؐ کے واسطے

مرضئ حق پر جو نظریں تھیں سکینہؑ چپ رہیں

گرچہ مشکل تھی یتیمی کمسنی کے واسطے

چھوڑ کر حق ساتھ باطل کا نہ دینا چاہیئے

آزمائش ہے یہ روحیؔ آدمی کے واسطے

○

گو حجتِ خدا تھے سلطانِ کربلائی
کچھ کم نہیں ہے ان سے زینبؑ کی رہنمائی

گمراہ کی اطاعت، نا اہل کی قیادت
کیونکر قبول کرتی فطرت کی پارسائی

تاریخِ حریت ہے افسانہ کربلا کا
باطل کی قوتوں سے یہ حق کی تھی لڑائی

کیونکر نہ مطمئن ہو دل اس کا ہر بلا میں
حق نے دیا ہو جس کو عباسؑ جیسا بھائی

اکبرؑ سے نوجواں کو شہؑ نے کیا تصدق
قربانیوں کی منزل جب کربلا میں آئی

ملّت کی زندگی میں اب ہو گیا اضافہ
عمرِ دراز بن کر اصغرؑ کی موت آئی

بُنیاد ڈھا کے رکھدی قصرِ یزیدیت کی
خیبر شکن کی بیٹی جب قید ہو کے آئی

نقشِ قدم علیؑ کے روحی جو ہوں میسر
بخشش کرے خود آ کر منزل پہ پیشوائی

○

بنتِ زہراؑ حیدرِ کرار کی تصویر ہے
وہ اگر قرآنِ ناطق ہیں تو یہ تفسیر ہے

اس حقیقت کو وہ سمجھیں گے جو ہیں اہلِ نظر
داستانِ کربلا اسلام کی تفسیر ہے

جا رہے ہیں راہِ حق میں سر کٹانے کو حسینؑ
عزم ہے پرکھا ہوا سلجھی ہوئی تدبیر ہے

کربلا کے واقعہ کو اک زمانہ ہو گیا
لیکن اب تک دل میں باقی درد کی تاثیر ہے

جان دینا بڑھ کے راہِ حق میں آساں ہے مگر
مرنے والوں کے لئے مشکل غمِ تاخیر ہے

تیر کھا کر ہو گئے اصغرؑ کو تیرہ سو[1300] برس

آج بھی پیوست دل میں حَرملہ کا تیر ہے

جب پکارا یا علیؑ کہہ کر، بڑھا جوشِ عمل

اپنا یہ نعرہ بھی روحیؔ نعرۂ تکبیر ہے

○

کم نظر جو ہیں اُنھیں جلوے نظر آئیں گے کیا
کربلا کی شاہراہِ زندگی پائیں گے کیا؟
اک کھُلی تفسیر ہیں خود سبطِ پیغمبرؐ مگر
جو سمجھنا ہی نہ چاہیں ان کو سمجھائیں گے کیا؟
اہلِ باطل اہلِ حق کا ساتھ دے سکتے نہیں
معرفت جن کو نہیں ایمان وہ لائیں گے کیا؟
ہو گئے ہیں دُور تعلیمِ شریعت سے بہت
دیکھ کر ہم کو رسول اللہؐ فرمائیں گے کیا؟
مشکلوں میں اور بڑھ جاتے ہیں جن کے حوصلے
عالمِ رنج و مصیبت میں وہ گھبرائیں گے کیا؟

آرزو ہے جلد ہوں شمعِ امامت پر نثار

جلوہ گاہِ ناز سے پروانے اب جائیں گے کیا؟

مل گیا روحی! خدا کے فضل سے سب کچھ ہمیں

ہم کسی کے سامنے اب ہاتھ پھیلائیں گے کیا؟

○

حسینؑ دل پہ جو داغِ پسر اٹھا کے چلے
زمینِ صبر کو وہ آسمان بنا کے چلے

یہ بیکسی کا سہارا بھی ہو گیا رخصت
پدر کے ہاتھوں پہ اصغرؑ جو مسکرا کے چلے

کیا ارادہ جو عباسؑ نے ترائی کا
یہ اپنی قوتِ ایثار آزما کے چلے

حسینؑ آئے تھے درسِ حیات دینے کو
سبق بلندئ کردار کا پڑھا کے چلے

بغیرِ اذن ملائک جہاں نہ آتے تھے
اُسی مکان کو اعدائے دیں جلا کے چلے

ہٹے نہ پائے حرم راہِ استقامت سے
وہ گردشوں کو زمانے کی آزما کے چلے

لہو سے اپنے کیا شہؑ نے خاک کو اکسیر
ہر ایک درد کی اُس کو دوا بنا کے چلے

غمِ حسینؑ کا مفہوم کچھ وہی سمجھے
ہجومِ درد میں روحی جو مسکرا کے چلے

○

واقفِ رازِ رسالت دلِ شبیرؑ بھی تھا
یہی قرآن تھا قرآن کی تفسیر بھی تھا

کربلا صرف غم انگیز فسانہ ہی نہیں
ساتھ شبیرؑ کے اک مقصدِ شبیرؑ بھی تھا

یہ بھی اک شانِ امامت تھی کہ فرزندِ نبیؐ
صاحبِ امر بھی تھا راضیٔ تقدیر بھی تھا

دل نے سمجھا ہے یہ تاریخِ نبوت پڑھ کر
روحِ اسلام جہاں تھی غمِ شبیرؑ بھی تھا

اہلِ دل جو تھے شہادت کا یہ پہلو سمجھے
دائمی فتح میں اک دردِ جہانگیر بھی تھا

خود تدبّرہ کو ہے اقرار کہ حیدرؑ کا پسر

مالکِ عزم بھی تھا خالقِ تدبیر بھی تھا

علیؑ اصغرؑ کے تبسّم نے قیامت کردی

ان کی خاموشیوں میں محشرِ تقریر بھی تھا

دل ہی گریاں نہ تھے عابدؑ کی اسیری پہ فقط

خوں فشاں غم سے ہر اک حلقۂ زنجیر بھی تھا

کتنے حساس تھے انصارِ حسینیؑ روحیؔ

جذبۂ غم بھی تھا اندازۂ تاثیر بھی تھا

○

مرتبہ کیا ہے رسول اللہؐ کی تصویر کا
نقشِ ثانی دیکھنا نقاش کی تحریر کا

زخم کھا کر مسکرانا اصغرؑ بے شیر کا
اک جوابِ آخری تھا حرملہ کے تیر کا

عصمتِ کبریٰ کے پردوں میں تھی بنتِ مرتضیٰؑ
تھا سرِ اطہر پہ سایہ چادرِ تطہیر کا

کربلا والوں نے بدلا یوں نظامِ زندگی
اُن کی ہر تدبیر پہ دھوکہ ہوا تقدیر کا

دیکھ کر زنداں میں استقلال اہلبیتؑ کا
بابِ آزادی ہر اک حلقہ بنا زنجیر کا

جو اثر تھا، حجّتِ حق کے سوالِ آب میں
بے زبانی میں وہی انداز ہے تقریر کا

بے محل تکبیر کہہ کر بن گئے جو بے عمل
کاش وہ مقصد سمجھتے نعرۂ تکبیر کا

خود لسان اللہ تھی بیٹی لسان اللہ کی
معجزہ قرآن کا جو تھا وہی تفسیر کا

کوئی دل خالی نہیں روحیؔ غمِ شبیرؑ سے
سلسلہ پہنچا کہاں تک ماتمِ شبیرؑ کا

O

حسینؑ ابن علیؑ کی پھر زمانے کو ضرورت ہے
یزیدی طاقتوں کی آج دنیا پر حکومت ہے

جو قطرہ ہے لہو کا ایک دریائے شفاعت ہے
کسے معلوم خونِ اصغرؑ کی کتنی قیمت ہے

ہوا ہے اور نہ ہو گا کوئی ایسا نقشِ لا فانی
وفائے حضرتِ عباسؑ معیارِ محبّت ہے

اسیری اک جہادِ مستقل ہے آلِ احمدؐ کی
حقیقت میں یہی تو وجہہ تکمیلِ شہادت ہے

لکھی پیاسوں نے اپنے خون سے تاریخِ آزادی
نہ مانا جبر کا فرمان کیا جوشِ حمیّت ہے

ہمیشہ سے ہو جس کے ہاتھ میں دامن محمدؐ کا
کہاں ممکن بھلا اس سے کسی فاسق کی بیعت ہے

محبّت کرنے والوں کو سمجھنا چاہیے پہلے
غمِ شبیرؑ خود فکر و نظر کی ایک دعوت ہے

نہ بھولے گا زمانہ کربلا کا واقعۂ روحیؔ
ہوئے وہ ظلم انساں پر کہ لرزاں آدمیت ہے

O

گو منزلیں حیات کی ناپائیدار ہیں
ایسے بھی انقلاب ہیں جو یادگار ہیں

انسانیت کو دے گیا جو مژدۂ بقا
اُس فاتحِ عظیم کے ہم سوگوار ہیں

عترت نبیؐ کی ایک سفینہ ہے نوحؑ کا
جن کو تمسک اِس سے ہے وہ کامگار ہیں

ایماں کے پاسباں تھے شہیدانِ کربلا
تا حشر جن کے درسِ عمل یادگار ہیں

اب کس طرح ملیں گے مقاماتِ زندگی؟
حائل ہزار پردۂ گرد و غبار ہیں

رنگیں ہیں جن کے خون سے تاریخ کے ورق
وہ صفحۂ حیات کے نقش و نگار ہیں

وہ جذبۂ وفا ہے نہ ایثارِ کامیاب
عباسؑ اک نہیں ہیں علم بے شمار ہیں

دنیا بھلا سکے گی نہ آلِ رسولؐ کو
انساں کی عظمتوں کے یہی شاہکار ہیں

جنت کی آرزو ہے نہ دوزخ کا خوف ہے
ہم دل سے یا حسینؑ تیرے غمگسار ہیں

روحیؔ غمِ حسینؑ غمِ کائنات ہے
اس غم کے آگے ہیچ غمِ روزگار ہیں

○

اور کیا ہے جو محبت کی یہ افتاد نہیں
ایک سجدے کے سوا کچھ بھی ہمیں یاد نہیں

تابعِ مرضیٔ خالق ہے علیؑ کی بیٹی
زینبؑ خستہ جگر مائلِ فریاد نہیں

مادرِ وہب سے سیکھے کوئی اندازِ وفا
غمِ شبیرؑ سے بڑھ کر غمِ اولاد نہیں

مالکِ عزم و عمل تھے جو حسینؑ ابنِ علیؑ
عالمِ یاس میں بھی طالبِ امداد نہیں

زندگی کے لئے کافی ہے غمِ سبطِ نبیؐ
اور گنجائشِ غم اب دلِ ناشاد نہیں!

اور بڑھ جاتی ہے کچھ حریتِ فکر و نظر
اہلِ حق جبر کے عالم میں کب آزاد نہیں؟

مطمئن ہو گئے اصغرؑ، جو لگا تیرِ ستم
اس کے آگے کوئی اب منزلِ بیداد نہیں

حق کا اعلان ہے تخلیق کا منشا روحی
اور کچھ اس کے سوا مقصدِ ایجاد نہیں

○

لرزاں ہے فکرِ شیر کی ہیبت نظر میں ہے
عباسؑ نامور کی شجاعت نظر میں ہے

شاہِ ہدا کو صبح سے ہے انتظارِ عصر
اک آخری مقامِ عبادت نظر میں ہے

نیزہ پہ ہے بلند سرِ شاہِؑ کربلا
معراجِ ارتقائے شہادت نظر میں ہے

مانا نصیریوں نے علیؑ کو خدا کہا
لیکن یہاں تو عالمِ وحدت نظر میں ہے

قربانیوں کے واسطے تیار ہیں حسینؑ
حق کی قسم! بقائے شریعت نظر میں ہے

سب کو کیا بہن کے حوالے حسینؑ نے

اس وقت فاطمہؑ کی جلالت نظر میں ہے

زنداں میں آئے حضرتِ زینبؑ کو نیند کیا؟

بعدِ امام فرضِ امامت نظر میں ہے

شہؑ کرتے ہیں وداع شبیہہ رسولؐ کو

جاتی ہوئی بہارِ نبوت نظر میں ہے

خود حُجتِ خدا بھی انہیں کرتے ہیں سلام

انصارِ باوفا کی عقیدت نظر میں ہے

بیعت یزید کی نہیں ممکن حسینؑ سے

اسلام کا نظامِ حکومت نظر میں ہے

ہر اشک پر نثار جہاں کی مسرتیں

روحیؔ! غمِ حسینؑ کی عظمت نظر میں ہے

○

جن کی نہیں مثال وہ اہلِ نظر ملے
شبیرؑ نامدار کو کیا کیا گہر ملے

کہتا تھا حُر حسینؑ کے دامن کو تھام کر
ٹھکرادوں کائنات کی دولت اگر ملے

آواز گونجتی ہے شبیہہِ رسولؐ کی
سُن لے کوئی تو کیفِ اذانِ سحر ملے

کس طرح اپنی جان نہ دے حق کی راہ میں
وہ خوش نصیب جس کو شعورِ سفر ملے

سرخی رخِ حسینؑ پہ آئے نہ کس لئے
بہتا ہوا زمیں پہ جو خونِ جگر ملے

کیوں منزلِ عمل سے نہ گذرے وہ کارواں

بیمارِ کربلا سا جسے راہبر ملے

ہر حال میں حسینؑ ہیں مشغول شکرِ حق

غم کی خبر ملے کہ خوشی کی خبر ملے

جس در پہ ہے جھکا ہوا روحانیت کا دل

روحیؔ خدا کرے مجھے وہ سنگِ در ملے

○

شبیرؑ ہیں ارادۂ میداں کئے ہوئے
پیغمبریؐ حیات کا ساماں کئے ہوئے

تا صبح جاگتے رہے انصارِ باوفا
احساسِ دلِ حسینؑ پہ قرباں کئے ہوئے

عاشور کو ہے عالمِ فطرت میں انقلاب
آئی ہے صبح چاک گریباں کئے ہوئے

زنداں میں آرہے ہیں اسیرانِ اہلبیتؑ
ہر اک قدم پہ کارِ نمایاں کئے ہوئے

دشوار منزلوں سے گذرتا چلا گیا
بیمار اپنے درد کو درماں کئے ہوئے

یثرب کو جا رہے ہیں مسافر عراق کے
خوئے ستمگری کو پشیماں کئے ہوئے

اصغرؑ نے مسکرا کے نظر کی حسینؑ پر
ہر مشکلِ حیات کو آساں کئے ہوئے

سونچا کئے ستم کے طریقے نئے نئے
اہلِ عرب حسینؑ کو مہماں کئے ہوئے

نکلا ہے ابرِ کفر سے حُر چاند کی طرح
رخ اپنا سوئے قبلۂ ایماں کئے ہوئے

بیدار کر چکے ہیں جو انسان کو حسینؑ
سوتے ہیں کائنات پہ احساں کئے ہوئے

روحی غمِ حسینؑ میں رہتی ہوں اشکبار
ہر داغِ دل کو اپنے گلستاں کئے ہوئے

○

حسینؑ ابنِ علیؑ کو خوفِ وقتِ امتحاں کیوں ہو؟
ریاضت انبیائے ماسلف کی رائیگاں کیوں ہو؟

جو نفسِ مطمئنہ ہو پریشاں ہو نہیں سکتا
صفاتِ سروری پر عام انساں کا گماں کیوں ہو؟

شہیدِ حریت کا کارنامہ نقش ہے دل پر
جو مالک ہے حیاتِ دائمی کا بے نشاں کیوں ہو؟

مسلمانو! سمجھنا چاہیئے مقصد شہادت کا
حقیقت واقعاتِ کربلا کی داستاں کیوں ہو؟

علی اصغرؑ ہے زندہ معجزہ قرآنِ ناطق کا
جو اعلانِ حقیقت کر سکے وہ بے زباں کیوں ہو؟

صدا دیتی ہیں بیداری کی لہریں صبحِ عاشورا

جو چونکا دے نہ انساں کو وہ اکبرؑ کی اذاں کیوں ہو؟

پیمبرؐ کے نواسے کی نگاہیں تھیں مشیت پر

خدا کی راہ میں اندیشۂ سود و زیاں کیوں ہو؟

زمانے بھر میں بعدِ عصر اندھیرا ہی اندھیرا ہے

نبیؐ کا چاند چھپ جائے تو سورج ضو فشاں کیوں ہو؟

حسینیتؑ کی راہیں اس قدر آساں نہیں روحیؔ

جسے ہو خطرۂ جاں وہ شریکِ کارواں کیوں ہو؟

○

جوشِ عمل کچھ اور بڑھا اضطراب میں
بیدار ہے حسینؑ زمانہ ہے خواب میں

انسانیت کے دل میں جو پیوست ہو گیا
اُس تیر کی خلش رہی قلبِ ربابؑ میں

تحقیق کی نظر میں شہادت حسینؑ کی
ہے اک اضافہ فرضِ رسالت مآب میں

اکبرؑ کی زندگی ہے رسالتؐ کی زندگی
کیا کام کر گئے ہیں یہ عہدِ شباب میں!

بچے بھی خاندانِ رسالت مآبؐ کے
کافی ہیں انبیائے سلف کے جواب میں

صدیوں سے ہو رہا ہے شہادت کا تذکرہ

پھر بھی حقیقتِ ابدی ہے حجاب میں

پیدا ہوا بقائے شریعت کا جب سوال

شبیرؑ آ گئے نظرِ انتخاب میں

اک معرکہ حیات کا ہے جنگِ کربلا

دنیا کے انقلاب ہیں اس انقلاب میں

روحی حقیقتوں کے ہیں جلوے نگاہ میں

دل جھک گیا ہے بارگہِ بوترابؑ میں

○

کیسا یہ غم ہے جس کی تاثیر رو رہی ہے؟
کس کشتۂ ستم پر شمشیر رو رہی ہے؟

اب تک حسینؑ سے ہے کتنی دُور دنیا
ناکامیٔ عمل پر تدبیر رو رہی ہے

شبیرؑ سے بھی مشکل ہے امتحانِ زینبؑ
بھائی کی مشکلوں پر ہمشیر رو رہی ہے

کیا بے خطا کسی کے پاؤں میں بیڑیاں ہیں
حلقے سے کیوں لپٹ کر زنجیر رو رہی ہے؟

کس قیدیٔ ستم کو ایسا مکاں ملا ہے؟
جس کی شکستگی پر تعمیر رو رہی ہے

بیدار کر گئے ہیں قسمت جو آدمی کی

آج ان کی بیکسی پر تقدیر رو رہی ہے

حق کو بدل دیا ہے طاقت کے فیصلوں نے

قرآں تڑپ رہا ہے تفسیر رو رہی ہے

اے کاش! ہم سمجھتے سجدے کی عظمتوں کو

بے چین ہیں نمازیں تکبیر رو رہی ہے

کتنا اثر ہے روحی! روداد کربلا کا

لرزاں مرا قلم ہے تحریر رو رہی ہے

○

کِسے خبر کہ وہ علم الکتاب کیا ہوگا؟
مقامِ فکرِ رسالت مآب کیا ہوگا؟

کتاب ہی نے کیا منتخب معلم کو
وصی کا بعدِ نبیؐ انتخاب کیا ہوگا؟

کئے ہیں جس نے بلاؤں میں شکر کے سجدے
اب اس سے بڑھ کے کوئی کامیاب کیا ہوگا؟

علیؑ کا دبدبہ جھولے میں رکھتے ہیں اصغرؑ
یہ کمسنی ہے تو عہدِ شباب کیا ہوگا؟

سوالِ آب تو شبیرؑ نے کیا لیکن
خدا ہی جانے عدو کا جواب کیا ہوگا؟

حسینؑ قتل ہوئے دیکھتی رہی دنیا
قیامت آگئی اب انقلاب کیا ہوگا؟

ستمگری کے لئے بے حیائی لازم ہے
خدا کا خوف نہیں تو حجاب کیا ہوگا؟

ہے میرے دل میں محبت علیؑ کی جب روحی
میرے گناہوں کا آخر حساب کیا ہوگا؟

○

وقت گذرا جو دعاؤں میں اثر ہونے تک
حرِ غازی رہا بے تاب سحر ہونے تک

پُر اثر اتنا تھا افسانۂ قتلِ شبیرؑ
انقلاب آگیا دنیا کو خبر ہوتے تک

لذتِ درد کوئی سبطِ نبیؐ سے پوچھے
شکر پر شکر کیا خونِ جگر ہونے تک

کتنا اعلیٰ تھا حسینؑ ابنِ علیؑ کا مقصد
طے کیا جادۂ غم ختم سفر ہونے تک

گھر سے نکلے ہیں محمدؐ کے گھرانے والے
یہ نہ پلٹیں گے کبھی معرکہ سر ہونے تک

○

شبیرؑ کی زباں پہ آہ و فغاں نہیں
دل میں ہے درد آنکھ سے آنسو رواں نہیں

بڑھتا ہی جا رہا ہے شہادت کا احترام
اب عظمتِ حسینؑ جہاں میں کہاں نہیں

عابدؑ کے سامنے ہوئے اہلِ حرم اسیر
اس سے عظیم اور کوئی امتحاں نہیں

زندہ ہے اب بھی فاتحِ میدانِ کربلا
دنیا میں اب یزید کا نام و نشاں نہیں

مقصد کے اعتبار پہ ہے کربلا کی جنگ
محتاجِ تیر و خنجر و تیغ و سناں نہیں

عرفانِ احمدی ہے محبت حسینؑ کی
اسلام کب وہاں ہے غم اُن کا جہاں نہیں

عباسؑ کے لئے ہے یداللہ کا علم
ہر ایک دوش لائقِ بارِ گراں نہیں

عابدؑ اسیر ہیں مگر آزاد ہے ضمیر
ایسا تو کوئی راہبرِ کارواں نہیں

حقانیت کی راہ میں روحیؔ خدا گواہ!
کچھ امتیازِ پیر و صغیر و جواں نہیں

○

لٹ جائیں جس کے گھر کی بہاریں وہ کیا کرے؟
جو ہو خدائے صبر وہ شکرِ خدا کرے

اولاد سے زیادہ جسے حق عزیز ہو
کیونکر نہ راہِ حق میں وہ سب کچھ فدا کرے؟

جو تابعِ مشیتِ پروردگار ہو
کیونکر ہجومِ غم میں وہ آہ و بکا کرے؟

ظاہر یہ کر رہی تھیں نگاہیں حسینؑ کی
مرنا جو چاہتا ہو وہ عزمِ وغا کرے

عباسؑ تھے تو سب کو تھا احساسِ تشنگی
اب کوئی اپنی پیاس کا اظہار کیا کرے؟

مشکلکشاؑ کے گھر کا یہ اندازِ خاص ہے
جھولے میں بھی کوئی ہو تو کارِ خدا کرے

بعدِ حسینؑ ہے یہ مشیّت کا مقتضا
زینبؑ بھی آج فرضِ امامت ادا کرے

سرمایۂ حیاتِ دو عالم ہو جس کا غم
وہ اور کوئی درد کا ساماں کیا کرے

ہر وقت چاہتی ہے یہ بے چین زندگی
دل کو غمِ حسینؑ تسلّی دیا کرے

دنیا غمِ حسینؑ میں کیونکر نہ ہو شریک
یہ غم وہ ہے جو سب کو حیات آشنا کرے

ملتی ہیں روحؔی جس سے حقیقت کی منزلیں
خالق مجھے وہ نورِ بصیرت عطا کرے

○

چلے آتے ہیں میداں میں کفن باندھے ہوئے سر سے
ملا ہے جن کو ذوقِ سرفروشی ابنِ حیدرؑ سے
ہوئی ہے جیسے معراجِ شجاعت ذاتِ حیدرؑ سے
وفا کا نام بھی روشن ہے عباسؑ دلاور سے
نہیں ممکن تلافی سوزشِ قلبِ سکینہؑ کی
قیامت تک مسلسل ابرِ گوہر بار اگر برسے
تصرف ہو جسے ہر طرح سے تسنیم و کوثر پر
قیامت ہے وہی دو بوند پانی کے لئے ترسے
اشارے کر رہی ہے درسگاہِ کربلا اب تک
شعورِ زندگی سیکھے کوئی حُرِ دلاور سے

شریعت کی رگوں میں خونِ تازہ ہو گیا جاری
جوانی آگئی اسلام پر ایثارِ اکبرؑ سے

جہادِ کربلا نے کر دیا ثابت یہ دنیا پر
ہوا ہے سرخ رودینِ پیمبرؐ خونِ اصغرؑ سے

خدا معلوم کیا ہنگامۂ شامِ غریباں ہو
سحر عاشور کی کچھ کم نہیں جب صبحِ محشر سے

کروں میں ناز جتنا حضرتِ شبیرؑ پر کم ہے
خدا کا گھر ملا ہے مجھکو اے روحیؔ اسی گھر سے

شبیہِ پیغمبرؐ

وہ خوش نہاد حق کی نشانی کہیں جسے
صدق و صفا کی روحِ بیانی کہیں جسے
ایمان کا پیامِ زبانی کہیں جسے
پیغمبرِ خدا کی جوانی کہیں جسے

پہچان لی تھیں جس نے ادائیں اصول کی
تاریخ بن گیا تھا جو عہدِ رسولؐ کی

جو حق پہ جان دینے کو تیار ہو گیا

جو رہ نوردِ منزلِ دشوار ہو گیا

جو مرضئ خدا کا خریدار ہو گیا

شکلِ نبیؐ میں حیدرِ کرارؑ ہو گیا

اُلٹی نقاب جب تو رسالتمآبؐ تھا

تلوار کھینچ لی تو یہی بوترابؑ تھا

نوٹ :۔ "شبیہہ پیغمبرؐ" شہزادہ علی اکبر علیہ السلام سے متعلق روحیؔ صاحبہ کی ایک تازہ نظم کا کچھ حصہ ہے۔ نصف سے زیادہ کتاب طبع ہو جانے کے باعث اِس نظم کو شریکِ فہرست نہ کیا جا سکا۔

کربلا صرف غم انگیز فسانہ ہی نہیں
ساتھ شبیرؑ کے اک مقصدِ شبیرؑ بھی تھا

(روحی)

Idara-e-Adabiyat-e-Urdu.

سلسلۂ اشاعت مطبوعات مکتبۂ سفینۂ ادب

روحی علی اصغر:۔ بقول ڈاکٹر زور "روحی علی اصغر ایک پختہ مشق شاعرہ ہیں وہ پیشہ ور شاعر نہیں ہیں۔ محض ذوقِ سخن گوئی اُن سے شعر لکھواتا ہے"۔۔۔۔

بقول ساجد رضوی:۔ "روحی صاحبہ کا کلام مسائل حیات کا آئینہ ہے ان کے اشعار میں فلسفہ بھی ہے اور اخلاقیات بھی۔ ان کا کلام ایک طرف زندگی کی اصلاح ہے تو دوسری طرف زندگی کی تنقید"۔

"پیامِ کربلا"

شاعرۂ ملت روحی علی اصغر کی مذہبی نظموں اور سلاموں کا تازہ ترین مجموعہ ہے۔